رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

تار کا پتہ الفضل قادیان

THE ALFAZL
QADIAN

اخبار الفضل قادیان
ہفتہ میں دوبار
فی پرچہ ا

قیمت پیشگی سالانہ ... ششماہی ... سہ ماہی ... ترسیل زر بخدمت منیجر الفضل

ایڈیٹر غلام نبی

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۹۵	مورخہ ۵ جون ۱۹۲۸ء	یوم سہ شنبہ	مطابق ۱۶ ذوالحجہ ۱۳۴۶ھ	جلد ۱۵

۱۷ جون ۱۹۲۸ء کے جلسہ کی تیاری اور غیر مسلم اصحاب کیلئے انعام

اگر مسلمان اپنے اس دعویٰ کا ثبوت دینا چاہتے ہیں۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت و توقیر کو وہ دنیا کی سب اشیاء سے زیادہ بیش قیمت سمجھتے ہیں۔ تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اپنے مقام پر ۱۷ جون کو جلسہ منعقد کر کے غیر اقوام کے لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل و محاسن سنائیں۔ اور آپ کی عزت و شان کو دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے یہ معمولی سی قربانی کر کے دنیا پر ثابت کر دیں۔ کہ وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام پر تمام باہمی اختلافات کو بالائے طاق رکھکر متحدانہ جدوجہد کرنے کے لئے ہمیشہ آمادہ و طیار رہیں ؛

جو غیر مسلم اصحاب اس محسن حقیقی کے ان احسانات کو جو آپ نے بنی نوع انسان پر فرمائے ہیں۔ ظاہر کرنے کے لئے ۱۷ جون کے جلسوں میں تقریریں کرنے کی تیاری کریں گے۔ اور مضامین تحریر کر کے دفتر ترقی اسلام قادیان میں ارسال کریں گے۔ ان میں سے اول۔ دوم اور سوم رہنے والے مضامین پر علی الترتیب سو۔ پچاس اور پچیس روپے کے نقد انعامات حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے عطا کئے جائیں گے

احباب کو چاہیئے۔ کہ اس بات سے غیر مسلم اصحاب کو جلد سے جلد آگاہ کر دیں۔ اور انہیں مضمون لکھنے کی تحریک کریں ؛

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی طبیعت خدا کے فضل و کرم سے اچھی ہے۔ حضور ان دنوں سائمن کمیشن کے سامنے پیش کرنے والے مطالبات کا مسودہ تیار فرما رہے ہیں ؛

عید اضحیٰ ۳۰ مئی کو ہوئی۔ کئی ایک بیرونی شہروں سے احباب تشریف لائے۔ نماز عید باغ میں ادا کی گئی۔ اور خطبہ عید حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے پڑھا۔

جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کی بڑی اہلیہ صاحبہ اپنے رشتہ داروں کے ہاں فوت ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ چونکہ ان کا جنازہ پڑھنے والے احمدی نہ تھے۔ اس لئے یکم جون بعد نماز جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح نے ان کا جنازہ پڑھایا۔ احباب بھی ان کا جنازہ پڑھیں۔ اور دعاء مغفرت کریں ؛

الفضل کا "خاتم النبیین" نمبر

حجم ۲۰ صفحے جو اعلان کردہ حجم سے دوگنا ہے

قیمت صرف ۴/

مضامین اور نظموں کی مکمل فہرست

دیکھو صفحہ ۱۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الفضل

نمبر ۹۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۵ جون ۱۹۲۸ء | جلد ۱۵

دوستو اک نظر خدا کے لئے
سید الخلق مصطفےٰ کے لئے

ہر ایک مسلمان کہلانے والے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ہونیکا دعوےٰ کرنیوالے کیلئے اس سے بڑھ کر خوش قسمتی کا اور کیا موقعہ ہو سکتا ہے۔ کہ اسے اپنے ہادی اور اپنے آقا کی حمد و ثنا کرنے۔ اس کی شان ارفع و اعلےٰ بیان کرنے اور اس کے حسن و خوبی سے لوگوں کو آگاہ کرنے کا موقعہ نصیب ہو۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ مسلمانان ہند کا بہت بڑا حصہ مدت دراز سے اس شرف و سعادت سے محروم چلا آرہا تھا۔ اس وجہ سے وہ اس محسنِ عظیم کی ذات والا صفات کے متعلق بالکل اندھیرے اور تاریکی میں پڑے تھے جس کے بار احسانات کے نیچے ان کا ذرہ ذرہ دبا ہوا تھا اور وہ اس رہبر صادقؐ سے بالکل بیگانہ اور انجان ہو چکے تھے۔ جسے ان کے آباؤ اجداد نے اپنے مال اور جانیں۔ حتیٰ کہ دنیا کی عزیز سے عزیز چیزیں قربان کر کے حاصل کیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو رہا تھا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر جانیں قربان کر دینے والوں آپؐ کے پسینہ کی جگہ خون بہانے والوں۔ اور آپؐ کے ذکر کو اپنی زندگی کا سہارا سمجھنے والوں کے گھروں میں پیدا ہونے والے آپؐ کے بدترین دشمن بن گئے۔ جو سٹیجوں اور ممبروں پر کھڑے ہو کر گندے سے گندے الزام لگاتے۔ اور ناپاک سے ناپاک گالیاں دیتے۔

پھر ایسے ہی لوگوں سے مدد حاصل کر کے ان اقوام نے جو اسلام کو اپنے مذاہب کے لئے پیغام موت سمجھتی ہیں۔ بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف تحریر و تقریر سے وہ طوفان برپا کیا۔ کہ جہاں وہ سینکڑوں اور ہزاروں انسانوں کو وادیٔ ہدایت سے بہا کر بحر ضلالت میں لے گیا۔ وہاں اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اخلاص اور محبت رکھنے والوں کو بھی پریشان کر دیا۔ وہ اپنے عزیز ترین محبوب کی شان کے خلاف جھوٹے اور گندے الزامات سنتے۔ اور ان کے دل و جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ مگر یہ نہ جانتے۔ کہ اس جانکاہ دکھ اور مصیبت کے مقابلہ میں وہ کیا کریں۔ اور کس طرح اس فتنہ و شرارت کے سیلاب کو روکیں۔ جو اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف پورے زور کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔

ایسی دردناک اور روح فرسا مصیبت کے وقت خدا تعالےٰ کا فضل و کرم حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ کے ذریعہ نازل ہوا۔ اور آپؐ نے ایک ایسی تجویز فرمائی۔ جس پر عمل کرنے سے چند سال کے اندر اندر نہ صرف یہ مصیبت دور ہو سکتی ہے۔ بلکہ مسلمانوں کے لئے نہایت مسرت اور شادمانی کے دن آسکتے ہیں۔ وہ کفر کے بڑے بڑے میناروں کو اسلام کے سامنے سرنگوں ہوتا دیکھ سکتے ہیں۔ وہ اشد ترین مخالفوں کے منہ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ سن سکتے ہیں۔ اور سخت سے سخت دشمنوں کی زبانوں پر آپؐ کی حمد و ثنا جاری کرا سکتے ہیں۔

وہ تجویز یہ ہے۔ کہ ہر سال ایک مقررہ دن تمام ہندوستان میں مسلمان ایسے جلسوں کا انتظام کریں۔ جن میں پوری تیاری کرنے کے بعد واعظین رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلو بیان کریں۔ اور دنیا کو بتائیں۔ کہ آپؐ اس کے ہر فرد کے لئے خواہ وہ کالا ہو۔ یا گورا۔ ادنےٰ ہو یا اعلےٰ کیسے شفیق اور کیسے مہربان ہیں۔

اس تجویز کے مطابق آج سے چند دن کے بعد یعنی **۱۷۔ جون ۱۹۲۸ء** کو پہلی دفعہ جلسے قرار پائے ہیں جس جوش اور سرگرمی سے اکثر مقامات کے ہر فرقہ اور عقیدہ کے مسلمانوں نے اس تجویز کو کامیاب بنانے پر آمادگی ظاہر کی ہے۔ اس سے توقع ہو سکتی ہے۔ کہ انشاء اللہ جلسے بہت کامیاب اور نہایت خوبی اور عمدگی سے ہونگے۔ لیکن بعض اطراف کے مسلمانوں میں ایسی سستی اور ایسا جمود پایا جاتا ہے۔ کہ اول تو وہ حرکت ہی نہیں کرتے اور اگر حرکت کرتے ہیں۔ تو نہایت معمولی سا جس کے نتائج اور اپنے اجر کے لحاظ سے یہ ایسا موقعہ ہے۔ کہ اگر ممکن ہوتا۔ تو وہ فدائیان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اپنی زندگی کے دن پورے کر کے قبروں میں پڑے ہیں۔ وہ بھی اپنے مرقدوں سے نکل کر باہر آجاتے بے شک دنیا کے کام ہوتے ہیں۔ اس میں بھی شک نہیں کہ معذوریاں ہوتی ہیں۔ لیکن کیا ایک دن کے لئے اور وہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اور آپؐ کی خوبیوں کے اظہار کیلئے فرصت نکالنا کوئی ایسی بات ہے۔ جو کسی مسلمان کے لئے مشکل ہو۔ پس ہم ان لوگوں سے جنہوں نے ابھی تک ۱۷۔ جون کے جلسہ میں شامل ہونے اور اسے کامیاب بنانے کی طرف توجہ نہ کی ہو۔ یا کم کی ہو۔ عرض کریں گے۔ کہ وہ اس بہترین موقعہ کو رائیگاں نہ جانے دیں۔ جو خوش قسمتی سے انہیں اپنی زندگی میں حاصل ہوا ہے۔ اور جسقدر زیادہ اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ لیں۔

ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔ جو مسلمان کہلاتے ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی الفت کا دعوےٰ کرتے ہوئے اس مبارک اور مقدس تحریک میں شامل ہونے سے روکنے کی کوشش کریں۔ مگر ایسے لوگوں کی ایسی ناروا کوشش کو ثواب میں زیادتی کا باعث سمجھنا چاہیئے۔ جو لوگ روکنے والوں کی روکاوٹ کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس جلسہ کو ہر طرح کامیاب بنانے کی کوشش کرینگے۔ وہ یقیناً ان سے زیادہ ثواب حاصل کریں گے جن کو کسی نے نہ روکا۔ روکنے والوں کو سمجھا کر اول تو جلسہ میں شامل کرنا چاہیئے۔ ورنہ ان کی کوئی پرواہ نہ کرنی چاہیئے۔ خدا اور رسول کے مقابلہ میں ان کی حقیقت ہی کیا ہے۔

پس ہم بڑے زور اور تاکید کے ساتھ کہیں گے۔ کہ وہ لوگ جنہیں خدا تعالےٰ نے ہر طرح آرام و آسائش دے رکھی ہے۔ جو تندرست و توانا ہیں۔ انہیں تو ضرور اپنے ہاں کے ۱۷۔ جون ۱۹۲۸ء کے جلسہ کو کامیاب بنانا ہی چاہیئے۔ لیکن جو معذور ہوں۔ انہیں بھی اپنی معذوریوں کے باوجود اور جو بیمار ہوں۔ انہیں بھی اپنی بیماریوں کے باوجود اور جو کثیر الاشغال ہوں۔ انہیں بھی اپنی مصروفیتوں کے باوجود ضرور اس جلسہ میں شریک ہونا چاہیئے۔ کون جانتا ہے۔ وہ اگلے سال تک زندہ رہے گا۔ اور کسے معلوم ہے۔ اس قسم کے ثواب کا موقعہ اسے پھر حاصل ہو سکے گا۔ پس مسلمان اس موقعہ پر جس قدر زیادہ سے زیادہ ثواب کما سکتے ہیں۔ کمائیں اور ہماری اس گزارش کی لاج رکھ لیں۔

دوستو اک نظر خدا کے لئے
سید الخلق مصطفےٰ کے لئے

خطبہ جمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام کی خاطر متحد ہو جاؤ

اپنے اختلافات سے اسلام کو نقصان نہ پہنچاؤ

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۲۵ مئی ۱۹۲۸ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

اس وقت مسلمانوں کی جو حالت دنیا میں ہو رہی ہے۔ اور خصوصاً ہندوستان میں ان کے حقوق کو جس طرح پامال کیا جا رہا ہے۔ وہ ہر ایک عقلمند کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ لیکن یہ دیکھا گیا ہے۔ کہ جب قوموں پر

تباہی اور ادبار

کا زمانہ آتا ہے۔ تو اس حالت میں ان کی آنکھوں پر چربی چھا جاتی ہے۔ وہ باتیں جو معمولی آدمیوں کو بھی نظر آ جاتی ہیں۔ ان کو نظر نہیں آتیں۔ وہ گر رہے ہوتے ہیں۔ مگر نہیں سمجھتے۔ کہ گر رہے ہیں۔ وہ مٹ رہے ہوتے ہیں مگر نہیں سمجھتے۔ کہ مٹ رہے ہیں۔ وہ مر رہے ہوتے ہیں مگر نہیں سمجھتے۔ کہ مر رہے ہیں۔ غرضیکہ اس وقت تک ان کی

آنکھوں پر پٹی

بندھی رہتی ہے۔ جب تک کہ علاج بے سود اور تدبیر بے کار نہیں ہو جاتی۔ دیکھنے والے دیکھتے ہیں۔ کہ ان کی حالت خراب ہو رہی ہے۔ پہچاننے والے پہچانتے ہیں۔ کہ ان پر مصیبتوں پہ مصیبتیں پڑ رہی ہیں حتےٰ کہ راہ گذر بھی محسوس کرتے ہیں۔ کہ اس قوم پر خدا کا عذاب نازل ہو رہا ہے۔ لیکن نہیں دیکھتی اور نہیں محسوس کرتی۔ تو ایک وہ قوم جو مصیبت ادبار اور تکلیف میں مبتلا ہوتی ہے۔ ان دکھوں کو عارضی اور مصیبتوں کو غیر حقیقی اور ان عذابوں کو جو اس پر نازل ہو رہے ہوتے ہیں۔ صرف سطحی اثار خیال کرتی ہے۔ اور کبھی اپنی اصلاح و درستی کی طرف توجہ نہیں کرتی۔

مسلمانوں کی اس وقت یہی حالت ہو رہی ہے۔ وہ کسی ایک کلمہ پر نہ جمع ہوتے ہیں۔ اور نہ

جمع ہونے کی کوشش

کرتے ہیں۔ اور حالات ایسے ہو رہے ہیں۔ کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے وہ جمع ہو بھی نہیں سکتے۔ جو ان کے سب سے زیادہ خیر خواہ نظر آتے ہیں۔ وہی ان میں سب سے

زیادہ لڑنے اور لڑانے والے

ہیں۔ جو ان کی رہنمائی کا دعوے کرنے والے ہیں۔ وہی سب سے زیادہ ایک دوسرے کا گلا پکڑنے والے ہیں۔ اور ان کی حالت ویسی ہے۔ کہ ع

فرہاد بادا سے مرگ بیٹھے آپ ہی بیمار ہے۔

بجائے اس کے کہ وہ قومی لیڈر اور راہ نماجن کا کام تھا۔ کہ اس بھنور یا پھنسی ہوئی قوم کی کشتی کو نکالتے۔ اور اس راہ سے

بھولے ہوئے کارواں

کو راہ راست پر ڈالتے۔ ان کے اوقات لڑائی جھگڑے اور دنگہ و فساد میں خرچ ہو رہے ہیں۔ حالت تو مسلمانوں کی ایسی ابتر ہو چکی ہے۔ کہ اگر اس وقت کروڑوں آدمی بھی ان کو بچانے کی کوشش کرتے تو بھی تھوڑے تھے۔ مگر جو تھوڑے سے بچانے کا دم بھرتے ہیں۔ ان میں سے بھی ہر ایک کی کوشش یہ ہے۔ کہ دوسرے کا گلا گھونٹوں ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے دس بیس آدمی ڈوب رہے ہوں۔ تو ان کو بچانے کے لئے بھی دس بیس کی ضرورت ہوگی۔ مگر میسر صرف تین چار ہوں اور وہ بھی ایک دوسرے کا گلا پکڑ کر اس بات پر لڑ رہے ہوں کہ

میں کودوں یا تم کودو

نتیجہ یہ ہوگا۔ نہ یہ کودے گا۔ نہ وہ۔ اور ڈوبنے والے ڈوب جائینگے۔

اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے مسلمانوں کو توجہ دلائی تھی۔ کہ آخر وہ چیز جس کے لئے انسان ایک دوسرے سے اختلاف رکھتا ہے۔ وہ

صداقت اور حقیقت

ہوتی ہے۔ پھر صداقت کے لئے ہم ذاتی بغض اور عداوت ایک دوسرے سے کیوں رکھیں۔ اسلام کی ترقی کا انحصار اس پر نہیں۔ کہ زید بکر کو گالیاں دے۔ اور بکر عمر پر حملے کرے۔ بلکہ اصول یہ ہے۔ اور تم ان اصول کی تعلیم دو۔ تبلیغ کرو۔ لیکن

ذاتیات میں مت پڑو

ایک دوسرے کو گالیاں مت دو۔ ہر شخص جسے بچا سکتا ہے۔ بچائے۔ اور آپس میں دست و گریبان نہ ہو۔ آخر ہمارے وقت محدود ہیں۔ ہمارے قلموں کا اور ہماری زبانوں کا حلقہ اثر محدود ہے۔ ہر شخص اپنے حلقہ اثر میں ان امور کی تعلیم دے۔ جو مشترکہ و متحدہ ہیں۔ مسلمانوں کو ابھارے۔ اور انہیں کہے۔ کہ مشترکہ فوائد کے لئے متحد ہو جاؤ۔ پھر وہ اصول جن کے متعلق کوئی سمجھے۔ کہ وہ مشترکہ نہیں۔ مگر اس کے نزدیک ان پر چلنا ضروری ہے۔ ان کے متعلق دلائل دے۔ ان کی تبلیغ کرے۔ اور ہر شخص ان کو شوق سے سنے۔ مثلاً احمدی اس بات کے لئے تیار رہیں۔ کہ گو ہمارا ایمان ہے۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی ترقی کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان

لائیں۔ اور آپ کے قائم کردہ نظام میں داخل ہوں۔ کیونکہ یہ نظام خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔ لیکن ہم اس بات کے لئے تیار ہیں۔ کہ ایک حنفی آئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف دلائل دے۔ ہم سننے کے لئے تیار رہیں۔ اسی طرح وہابی آئے اور اپنے دلائل سنائے۔ ہمارا اس میں کیا حرج ہے۔ ہم سنیں گے اسی طرح شیعہ آئے۔ اور اپنی باتیں سنائے۔ اور ہم تو پہلے ہی سنتے ہیں۔ ہمیں اس پر کبھی اعتراض نہیں ہوا۔ ہم تو خود کہتے ہیں۔ کہ

ہماری باتیں سنو اور اپنی سناؤ

جب تم دیانتداری سے سمجھتے ہو۔ کہ تمہیں اسلام کی ترقی کے متعلق وہ باتیں معلوم ہیں۔ جو دوسروں کو نہیں علم تو تمہارا فرض ہے۔ کہ دوسروں کو سناؤ لیکن ایک دوسرے سے لڑنے جھگڑنے کا کیا فائدہ۔ اور اس کا اسلام کی ترقی سے کیا تعلق۔ وہی وقت جو ایک دوسرے کو گالیاں دینے اور لڑنے جھگڑنے میں خرچ کرتے ہو۔ وہی قوم کو ترقی کی طرف لیجانے اور

اسلام کی ترقی

کے لئے خرچ کرو۔ تو فائدہ ہوگا۔ یا نقصان۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ان اشخاص کے وعظوں کی تصنیفات اور اخبار نویسوں کی تحریریں جمع کر کے دیکھا جائے۔ کہ ان کا ذاتی جھگڑوں میں کتنا وقت لگتا ہے۔ اور قومی ترقی کی تدبیریں بتانے میں کتنا۔ تو ذاتی جھگڑوں اور اختلافوں کے لئے بہت زیادہ وقت لگیگا۔ اور جو تھوڑا بہت وقت قومی تدابیر پر صرف ہوا ہوگا۔ اس میں بھی ایسی تدابیر ہونگی۔ جو فضول ہونگی۔ اور ان میں بہت کم ایسی ہونگی جو ٹھوس مسلمانوں کی ترقی سے تعلق رکھتی ہونگی۔

حالت یہاں تک پہونچی ہوئی ہے۔ کہ ہماری تمام پالیسی ہی

تباہ کن

ہوتی ہے ہر قلم جو چلتا ہے۔ اعتراض کے لئے چلتا ہے۔ ہر زبان جب کھلتی ہے۔ عیب چینی کے لئے کھلتی ہے۔ ہر دماغ جب

سوچتا ہے۔ تو یہی سوچتا ہے۔ کہ فلاں میں نقص کیا ہے۔ آنکھیں عیب دیکھتی ہیں۔ دوسرے میں کیڑے ہی دیکھتی ہیں۔ غرضکہ دوسروں میں کوئی خوبی ہمیں نظر نہیں آتی۔ عیب ہمیشہ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ اچھی چیز سمجھنے کے لئے ہمارے دماغ تیار نہیں۔ عمدہ اور اچھی باتیں لکھنے سے ہمارے قلم کانپتے بلکہ ٹوٹ جاتے ہیں۔ زبانوں کو لکنت ہو جاتی ہے۔ بلکہ بند ہو جاتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے۔ کہ ہر شخص کو مسلمانوں کے

عیب ہی عیب

نظر آتے ہیں۔ اور بات بھی صاف ہے۔ جب ہمیں اپنے آپ میں عیب ہی عیب نظر آتے ہیں۔ تو دوسروں کو خوبیاں کس طرح نظر آسکتی ہیں۔ میں نے

اتحاد کی تحریک

کے ماتحت اپنی جماعت کے اخبار نویسوں اور مصنفوں کو کہدیا ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کچھ نہ لکھیں۔ بلکہ یہاں تک تاکید کردی ہے۔ کہ اپنے بچاؤ اور خود حفاظتی کے لئے بھی ایسی باتوں میں نہ پڑیں۔ اور پچھلے سال کا اس تحریک کا یہ نتیجہ نکلا ہے۔ کہ بہت سے مسلمانوں میں خواہ وہ کسی فرقہ کے ہوں۔ احساس پیدا ہو گیا ہے۔ کہ اتحاد ہونا چاہئے۔ اور ایسی رو پیدا ہو گئی۔ کہ خیال ہوتا تھا۔ شائد

مسلمانوں کی ترقی

کے دن آگئے ہیں۔ اور ان کی حالت کی اصلاح ہو جائیگی۔ مگر پرانی عادتیں آہستہ آہستہ ہی ملتی ہیں۔ جیسی گاڑی کو روکنا مشکل ہوتا ہے۔ اگر انجن لگا ہو۔ تو اور بھی مشکل ہوتا ہے۔ پھر جبکہ اس کے بریکیں بھی ایسے شخص کے قبضہ میں ہوں۔ جس کے پیش نظر یہی ہو کہ چلتی ہی جائے۔ خواہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ مسلمانوں کے لڑائی جھگڑے کی گاڑی چل رہی تھی۔ اس کے آگے انجن لگا ہوا تھا۔ بریک بھی ہمارے قبضہ میں نہ تھا۔ اس کو چلانے والے کچھ دیر ہمارا شور سنکر ٹھہرے۔ کہ کیا بات ہے۔ اسے سنیں۔ مگر سن کر کہنے لگے یہ تو وہی

پرانا اتحاد کا راگ

ہے۔ انہوں نے اور کوئٹے والے سٹیم نئی پیدا کی۔ اور انجن چلا دیا نتیجہ یہ ہو رہا ہے۔ کہ اسلامی حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ اسلامی فوائد تباہ ہو رہے ہیں۔ اور ان کو پس پشت ڈالا جا رہا ہے۔ اسلام کی تبلیغ مٹ رہی ہے۔ غیر مسلم مسلمانوں کے حقوق میں دست اندازی کر رہے ہیں۔ کوئی ان کو روکنے والا نہیں۔

شدھی کا طوفان

بپا ہو رہا ہے کبھی یہاں اور کبھی وہاں۔ اس کی وبا کبھی پنجاب میں اور کبھی بنگال میں کبھی یو۔ پی میں۔ اور کبھی بہار میں جب پھوٹتی ہے۔ تو اس وقت مسلمان صرف یہ کہتے ہیں۔ کوئی ہے۔ مرتد ہونے والوں کو بچانے والا۔ اور ہر ایک سمجھتا ہے۔ یہ دوسروں کا فرض ہے۔ کہ جن لوگوں کو مرتد کیا جا رہا ہے۔ انہیں بچائے۔ میرا فرض نہیں ہے۔ مسلمانوں کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کہتے ہیں دو شخص کسی درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ پاس سے ایک سپاہی گذرا۔ جو اپنے کام پر جا رہا تھا۔ کہ اسے آواز آئی ادھر آنا۔ اس آواز کے عجز اور لجاجت سے متاثر ہو کر سپاہی ان کے پاس گیا۔ ان میں سے ایک شخص نے بڑی حسرت سے اسے کہا۔ اچھا ہوا آپ آگئے۔ میں بڑی دیر سے اس انتظار میں تھا کہ میری

چھاتی پر بیر

پڑا ہے۔ اسے کوئی اٹھا کر میرے منہ میں ڈالدے۔ سپاہی نے پہلے سمجھا۔ اپاہج ہوگا۔ مگر جب اس نے دیکھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں ہیں۔ تو اسے برا لگا۔ اس نے اسے بہت ملامت کی۔ کہ ایسے فضول کام کے لئے تونے راستہ چھڑا کر مجھے بلایا۔ میں اس قدر ضروری کام پر جا رہا تھا۔ یہ تونے کیا کیا۔ یہ سن کر دوسرے نے کہا۔ کہ بھائی اس کی سستی کی کیا پوچھتے ہو۔ یہ بہت ہی کاہل اور سست آدمی ہے۔ ساری رات کتا میرا منہ چاٹتا رہا یہ پاس ہی تھا۔ مگر ہشت تک نہ کر سکا۔ یہ سن کر سپاہی نے سمجھا۔ ان کو نصیحت کرنا فضول ہے۔ اور وہ چلا گیا۔

جہاں میں دیکھتا ہوں۔ شدھی کا جال بچھایا جاتا ہے وہاں کے مسلمان شور مچا دیتے ہیں۔ مسلمانوں میں غیرت نہیں رہی۔ کوئی ہماری خبر نہیں لیتا۔ میں کہتا ہوں۔ خدا کے بندو تم خود کیوں اپنی چھاتی پر سے بیر نہیں اٹھا لیتے کہاں سے مسلمان آئیں۔ جو تمہاری خبر لیں۔ کہاں کے مسلمانوں میں تم سے زیادہ اتحاد پایا ہے۔ کہاں کے مسلمانوں میں تم سے زیادہ مال و دولت ہے تم خود اپنی خبر کیوں نہیں لیتے۔ اور کیوں اپنی حفاظت نہیں کرتے۔ مگر ہر جگہ سے یہی آواز آتی ہے۔ کہ کوئی ہے جو ہماری خبر لے۔ بنگال میں اگر شدھی کا فتنہ اٹھتا ہے۔ تو وہاں شور مچ جاتا ہے۔ کہ کیا پنجابی مسلمان مر گئے۔ اور علماء مر گئے۔ کیوں ہماری خبر کو کوئی نہیں آتا۔ اسی طرح پنجابی مسلمان اپنی جگہ شور مچاتے ہیں۔ کوئی ان سے پوچھے تم کس مرض کی دوا ہو۔ اسی طرح یو۔ پی میں فتنہ پیدا ہو۔ تو بہار والوں کو کوسا جاتا ہے۔ اور بہار والے بنگالیوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ خود

اپنی حفاظت کا انتظام

کریں۔ پھر میں کہتا ہوں۔ خبر لینے والے بھی ہوتے ہیں۔ مگر ان سے جو سلوک کیا جاتا ہے۔ وہ بھی ظاہر ہے۔ ملکانوں میں جب شدھی شروع ہوئی۔ تو پہلے ہمیں آوازیں دی گئیں اور کہا گیا۔ کہ احمدی کہاں ہیں۔ وہ سب سے زیادہ حفاظت و اشاعت اسلام کا دعویٰ کیا کرتے ہیں۔ اب کیوں آکر انہیں نہیں بچاتے۔ مگر جب ہم وہاں پہونچے۔ تو

ایک ایک احمدی کے پیچھے دو دو مولوی

لگ گئے۔ اور کہنے لگے۔ پہلے ہم احمدیوں کی خبر لیں گے۔ اور پھر آریوں کی طرف متوجہ ہونگے۔ احمدی ہونے سے آریہ ہو جانا اچھا ہے۔

پس جنہیں کہا جاتا ہے۔ کہ ہمیں بچاؤ۔ اور وہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ہم بچانے کے لئے تیار ہیں۔ مگر ان سے کبھی کوئی اچھا سلوک نہیں کیا جاتا۔ ہم دوسروں کی طرح کسی سے یہ نہیں کہتے۔ کہ آؤ ہمیں بچاؤ۔ بلکہ یہ کہتے ہیں۔ کہ

آؤ ہم تمہیں بچاتے ہیں

مگر کہا جاتا ہے۔ کہ تم اندر کے دشمن ہو۔ اور دوسرے باہر کے دشمن ہیں۔ اور اندر کا دشمن ہمیشہ باہر کے دشمن سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اس لئے دوسروں کی بجائے پہلے تمہاری مخالفت کریں گے۔ ہماری طرف سے جو تحریک ہوتی ہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ اس میں ان کی کوئی اپنی غرض ہوگی اس کی مخالفت کرنی چاہئے۔ میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کے قیام کیلئے اور آپ کے صحیح حالات دنیا کے سامنے پیش کرنے کی غرض سے تحریک کی تھی۔ کہ

۱۷ جون کو ہر جگہ جلسے

کئے جائیں۔ مگر ہزاروں ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ اس میں بھی ان کی کوئی ذاتی غرض اور اپنا مقصد ہوگا لیکن عجیب بات ہے۔ کہ چالیس سال سے ہماری جماعت خدمات اسلام کر رہی ہے۔ اسلام کے لئے اپنے مال قربان کر رہی ہے۔ اپنی جانیں قربان کر رہی ہے۔ اپنے اوقات قربان کر رہی ہے۔ اپنی عزت قربان کر رہی ہے۔ اپنی آبرو قربان کر رہی ہے۔ لیکن وہ مقصد جس کیلئے یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے۔ وہ ظاہر نہیں ہوتا۔ آخر

وہ کیا چیز ہے

جو ہمیں اپنے پاس سے مال خرچ کرنے پر آمادہ کر رہی ہے۔ اپنے آدمی اپنا وقت اور اپنی طاقت خرچ کرنے پر مجبور کر رہی ہے حتیٰ کہ وہ معاملات جو عام ہیں۔ ہماری جماعت سے تعلق نہیں رکھتے۔ بلکہ دوسروں کا تعلق ان سے زیادہ ہوتا ہے۔ ان کیلئے مسلمانوں کو کہا گیا۔ کہ چندہ میں شریک ہو جائیں وہاں بھی احمدیوں نے دوسروں سے بہت زیادہ چندے دئے ہیں۔ جو اپنی تعداد کے لحاظ سے تھوڑے ہیں۔ حالانکہ ان باتوں کا زیادہ اثر دوسرے لوگوں پر پڑتا ہوتا ہے۔ اور فائدہ بھی زیادہ انہی کو پہنچتا ہے۔ نہ کہ احمدیوں کو۔ ملکانے احمدی نہ تھے۔ کہ ان کے مرتد ہونے سے ہم پر اعتراض پڑتا۔ اگر ہم چاہتے۔ تو ان کے ارتداد پر خوشی منا سکتے تھے۔ اور کہہ سکتے تھے۔ کہ دیکھو غیر احمدیوں کے کیسے کمزور عقائد ہیں۔

کہ انہیں ہزار لوگ آدمی مرتد ہو رہے ہیں۔ مگر ہم نے یہ نہ کہا۔ بلکہ یہ کہا۔ کہ دوسرے مسلمانوں کی ہتک بھی ہماری ہی ہتک ہے۔ اور ہمیں انہیں بچانا چاہیئے چنانچہ ہم اسکے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور ہمنے شدھی کا پورا پورا مقابلہ کیا۔ وہاں ہمارا

ایک لاکھ روپیہ

خرچ ہوا۔ اور سو سو مبلغ ہمارے وہاں ایک وقت میں کام کرتے رہے۔ اس رقم میں شاید پانچ چھ سو روپیہ دوسرے مسلمانوں کا ہوگا۔ اس سے زیادہ نہیں۔ باقی ۹۹۴۰۰ روپیہ ہماری جیبوں سے خرچ ہوا۔ اور ابھی تک ہو رہا ہے۔ اب بھی ہمارے آدمی وہاں کام کر رہے ہیں۔ کیا یہ ہمنے اپنی کسی ذاتی غرض کیلئے کیا۔ ہماری اس سے ایک غرض اور ایک ہی مقصد تھا۔ اور وہ یہ کہ ملکانوں کے مسلمانوں میں سے نکل جانے سے

اسلام کو نقصان

پہنچتا تھا۔ اور اسلام کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔ مگر ہمارے مخالفوں کی یہ حالت ہے۔ کہ خواہ کسی وجہ سے کوئی ایک شخص بھی ہماری جماعت سے مرتد ہو جائے۔ تو اسپر اتنی خوشی منائی جاتی ہے۔ کہ جسکی حد نہیں۔ تمام حنفی اور وہابی ناچنے لگ جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ لو وہ

جماعت ٹوٹ گئی

لوگ احمدیت سے بیزار ہو گئے۔ میں پوچھتا ہوں۔ کیا ہم بھی ملکانوں کے ارتداد کے وقت نیز بنگال اور دوسرے علاقوں میں طوفان شدھی کے وقت نہیں کہہ سکتے تھے۔ مگر

کیا ہم نے یہی کہا؟

ہم نے یہ نہیں کہا۔ کہ دیکھو حنفی مرتد ہو رہے ہیں۔ یا وہابی ارتداد اختیار کر رہے ہیں۔ بلکہ ہمنے کہا۔ کہ یہ

ہمارے ہی آدمی

ہیں۔ جنکو آریہ ورغلا رہے ہیں۔ ہم ان کے پاس جائینگے۔ اور ان کی حفاظت کرینگے۔ ہم نے دوسروں سے بھی زیادہ ان کے آدمیوں کے مرتد ہونے پر دکھ محسوس کیا۔ اور ایسے ہی بیقرار ہو گئے۔ جیسے کوئی شخص اپنی اولاد کے ضائع ہونے پر بے چین ہوتا ہے۔ یہ تھا۔

ہمارا سلوک

جو ہم نے ان سے کیا۔ اور وہ ہی انکا سلوک ہے جو آج وہ ہم سے کر رہے ہیں لیکن ہمیں پھر بھی کوئی گلہ نہیں۔ کوئی شکوہ نہیں۔ ہم یہی سمجھتے ہیں۔ کہ ہمیں اسلام کی خاطر نمونہ دکھلانا چاہیئے۔ شائد مسلمان آج نہیں تو کل۔ کل نہیں تو پرسوں۔ یہ بات سمجھ جائیں۔ کہ

آپس میں ایسا تفرقہ نہیں ہونا چاہیئے

جس سے اسلام کو نقصان پہنچے۔ اور جس سے دشمنان اسلام کو مدد حاصل ہو۔ جیسا کہ میں نے بتایا کسی کا مرتد ہو جانا۔ جیسا کہ ہو جانے

ہیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت بھی ہو گئے تھے۔ آپ کا کاتب وحی مرتد ہو گیا۔ اسنے کہا تھا۔ میرا فقرہ قرآن میں داخل کر لیا گیا ہے۔ ہم میں سے کسی کو اگر ابتلا آجاتا ہے۔ تو اسپر بڑی خوشی منائی جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ یہ خوشی کا کونسا موقعہ ہے۔ احمدیت سے نکل کر کسی دوسرے مذہب میں چلے جانے سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا ہے۔ یا نقصان۔ اگر نقصان تو پھر خوشی کس بات کی۔ اگر اسلئے خوشی منائی جاتی ہے۔ کہ ہم میں سے کوئی آدمی کم ہو گیا۔ تو کیا جب دوسرے مسلمانوں سے ہزاروں آدمی مرتد ہو کر نکل جائیں۔ اسوقت ہمیں خوش ہونے کا حق ہے یا نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ہم سے ناراض ہو کر

میری ذات پر اعتراض

کرتا ہے۔ تو یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ اس وجہ سے احمدیت پر کیوں حملہ کیا جاتا ہے۔ کیا مسلمانوں میں سے ایسے لوگ نہیں نکلے۔ جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گندے سے گندے اعتراض کئے۔ مسلمان مرتدین کے مضامین اور کتابیں پڑھو۔ اور دیکھو کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ناپاک سے ناپاک الزام انہوں نے نہیں لگائے۔ پھر کیا ہم بھی یہ کہیں۔ کہ حنفیت یا وہابیت ایسی ہے ویسی ہے۔ اگر ہم سب انہی باتوں میں پڑ جائیں۔ تو بتاؤ

اسلام کی حفاظت

کا ذریعہ کیا ہوگا۔ دنیا میں اختلاف ہوتے ہیں۔ مگر ان کو محدود دائرہ میں رکھنا چاہیئے۔ ورنہ اگر ایک ہنسی اڑاتا ہے۔ تو دوسرے کا بھی حق ہے۔ کہ ہنسی اڑائے۔ اور جب سارے ایکدوسرے کی ہنسی اڑانے لگ جائیں گے تو اسلام کی حفاظت کرنیوالا کوئی نہ رہیگا۔ سب ہنسی میں لگ جائینگے۔ میں پھر مسلمانوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ

مشترکہ امور میں اتحاد

کریں۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ وہ ہمارے خلاف نہ لکھیں۔ میں یہ بھی نہیں کہتا۔ کہ میری ذات کے خلاف نہ لکھیں۔ ہمارے خلاف جو چاہیں لکھیں۔ میری ذات پر جسقدر چاہیں اعتراض کریں۔ میں صرف یہ کہتا ہوں۔ کہ جو تحریکیں اسلام کیلئے کی جائیں۔ ان کے خلاف نہ لکھیں۔ بلکہ ان میں متحد ہو جائیں۔ میرے خلاف خواہ کچھ لکھیں۔ میں کبھی گلہ نہیں کرونگا۔ میں ان کو اجازت دیتا ہوں۔ کہ مجھے جتنی گالیاں چاہیں دے لیں۔ کیونکہ میں اس بات کا قائل ہوں۔ کہ گالی وہ ہوتی ہے۔ جو آسمان سے آتی ہے۔ زمین سے جو بات کوئی کہتا ہوں۔ وہ دعا ہو کر لگتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ کہ کوئی شخص حضرت ابوبکرؓ کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ اور آپ خاموش تھے۔ آخر جب وہ بھی جواب میں بولنے لگے۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم خاموش تھے۔

تو تمہاری جگہ فرشتے جواب دے رہے تھے۔ اور اب جو تم بولے تو فرشتے خاموش ہو گئے۔ کہ اب اس نے اپنا کام خود شروع کر دیا ہے۔ ہمیں ضرورت نہیں۔ تو میں اپنی

ذات پر اعتراضات

کرنے سے کسی کو نہیں روکتا۔ کہ کوئی مجھے اپنے لئے کہہ رہا ہے۔ میری تو وہی حالت ہے۔ جو اس عورت کی تھی۔ جسکا زیور چور لے گیا تھا۔ اور اس نے اسے کہا تھا۔ تمہارے پاس تو اب بھی وہی لنگوٹی کی لنگوٹی ہے۔ اور میرے پاس پھر یہ سونے کے کڑے ہیں۔ خدا کے فضل سے مجھے ان باتوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ ان چند ماہ میں الزامات کیوجہ سے ایک بھی آدمی جماعت سے علیحدہ نہیں ہوا۔ اسکے مقابلہ میں کئی ہزار آدمی میری بیعت میں داخل ہوتے ہیں۔ اور کئی ایک غیر احمدی معززین نے پیغامات بھیجے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ گو ہمارا مذہبی لحاظ سے آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مگر ہم اس شرمناک رویہ کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور اسے شرافت کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ تو اس سے میں کسی کو نہیں روکتا۔ بیشک میری ذات پر وہ دل کھول کر حملے کریں۔ گو شریعت کی رو سے جائز ہے۔ کہ میں روکوں مگر اسلئے کہ اسے میری نفسانیت نہ سمجھا جائے۔ میں نہیں روکتا۔ وہ میری ذات کے خلاف لکھیں۔ اور جسقدر چاہیں لکھیں۔ میں صرف یہ کہتا ہوں۔ کہ اسلام کی ترقی کیلئے جو تجاویز پیش کی جائیں۔ ان کے خلاف نہ لکھیں۔ اور متحد ہو کر کام کریں۔ میں نے تو کسی کی ذات کے خلاف نہ پہلے لکھا۔ اور نہ اب لکھونگا۔ مگر ان کو اجازت ہے کہ لکھتے جائیں۔ اگر ان باتوں سے مجھے کوئی نقصان پہنچ جائے۔ تو سمجھ لیں کہ میں جھوٹا ہوں۔ اور اگر نقصان کی بجائے فائدہ ہو تو پھر مجھے انکی ایسی باتوں پر چڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو میری

ترقیات کے لئے کھاد

کا کام دے رہے ہیں۔ پس میں پھر یہ واضح کر دیتا ہوں۔ کہ میں اپنے اوپر ذاتی حملوں سے روکتا نہیں۔ ذاتی حملے کرنے کے لئے ان کو کھلی اجازت ہے۔ میں صرف اس سے چاہتا ہوں کہ رک جائیں۔ جہاں اسلامی فوائد کا سوال ہو۔ اور ایسا رویہ اختیار نہ کریں جس سے دشمن کو یہ خیال ہو۔ کہ مسلمان آپس میں اسقدر پھٹے ہوئے ہیں۔ کہ وہ خدا اور رسول کی خاطر بھی کسی بات پر اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ انہیں جسطرح چاہو۔ مار لو۔ یہ خطرناک رویہ ہوگا۔ ساتھ ہی میں

ایک اور قوم

کا بھی ذکر کر دینا چاہتا ہوں۔ جو ہماری طرف منسوب بھی ہوتی ہے۔ اور ہم سے علیحدہ بھی ہے۔ اور وہ غیر مبایعین ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا۔ ان سے معاہدہ ہوا تھا۔ کہ ایکدوسرے پر ذاتی حملے نہیں کرینگے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ سوائے دو تین ماہ کے انہوں نے اسپر عمل نہ کیا۔ طریق یہ ہے۔ کہ اگر کوئی معاہدہ مدت

معینہ کے لئے ہو۔ اور اسے قائم نہ رکھنا ہو۔ تو اعلان کر دیا جائے۔ کہ معاہدہ قائم نہیں ہے۔ مگر نہ انہوں نے اعلان کیا۔ اور نہ

معاہدہ کا احترام

کیا۔ اور خفیہ اور علانیہ اس کی خلاف ورزی کرتے رہے۔ حالانکہ ہم نے ان کے ساتھ ہمیشہ ایسا معاملہ کیا ہے۔ کہ اسے دیکھکر انہیں اپنی روش پر ندامت ہونی چاہیئے۔ ان مستریوں کے معاملہ میں ان کا ایک کارکن جو تحریر کا کام کرتا ہے۔ اور پراپیگنڈا کرتا رہتا ہے۔ اس کے متعلق عراق سے خط آیا۔ کہ مستریوں کے شائع کردہ اشتہارات وہاں اس کے ذریعہ پہنچائے گئے۔ ان کو وہاں بھیجنے والا وہ شخص تھا۔ یہ وہ شخص ہے۔ اس کا نام تو میں اب بھی نہیں لیتا۔ اس کا لڑکا گھر سے روپیہ لے کر نکل گیا۔ اور ہماری جماعت کے ایک آدمی کے پاس پہنچا۔ اور ان سے کہا کہ میں ان لوگوں سے بیزار ہوں۔ مجھے قادیان بھیجدو۔ مگر انہوں نے اسے سمجھایا۔ اور کہا یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے۔ ادھر خط لکھا تو میں نے بھی انہیں یہی کہا۔ کہ اسے سمجھائیں۔ وہ ماں باپ کے پاس ہی رہے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ اس کے باپ کو اطلاع دی جائے۔ معلوم نہیں ہماری نصیحت کارگر ہوئی یا نہیں۔ اور وہ ماں باپ کے پاس گیا یا نہیں۔ مگر ہمارا یہ رویہ ہے۔ اس کے مقابلہ میں جو رویہ اس کی طرف سے اختیار کیا گیا۔ وہ ظاہر ہے۔ ہماری جماعت کے بہت سے دوستوں نے چاہا۔ کہ ان کو جواب میں لکھنے کی اجازت دی جائے۔ اور ان کا جواب لکھنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دو ہفتہ کے اندر اندر ان کی

زبانیں بند

کی جا سکتی ہیں۔ لیکن وہ طریق اختیار کرنا جسے غیر شریفانہ کہا جائے ہم پسند نہیں کرتے۔ مگر وہ یہ نہیں سوچتے۔ کہ شیشہ کے مکان میں بیٹھکر دوسروں پر پتھر پھینکنے اچھے نہیں ہوتے۔ کیونکہ پتھر کے مکان کو تو پتھر سے کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا مگر شیشے کے مکان پر پتھر پڑ گیا۔ تو وہ چکنا چور ہو جائیگا۔ ورنہ اگر اس طریق کو میں جائز سمجھتا۔ تو کئی ایک دوستوں نے واقعات پیش کئے۔ اور کہا اجازت دی جائے۔ کہ ان سے ان کے متعلق پوچھیں۔ مگر میں نے اجازت نہ دی۔ تو ان کے جواب ہو سکتے تھے۔ اور ایسے ہو سکتے تھے۔ کہ کچھ حصہ تو اپنی عزت کے بچانے کیلئے اور کچھ حصہ ان کے تعلقات کی وجہ سے خاموش کیا جا سکتا تھا۔ مگر ہم خدا کی شریعت کے پابند ہیں۔ اور اس کے احکام کے دو معنی نہیں لیتے۔ ایک اپنے لئے اور ایک دوسروں کے لئے۔ مگر انہوں نے ایسا رویہ اختیار کر رکھا ہے اور وہ کام کر رہے ہیں۔ کہ میں سمجھتا ہوں ان کے اپنے دل بھی ندامت محسوس کرتے ہونگے۔ اور وہ خود بھی ناجائز سمجھتے ہونگے۔

لیکن چونکہ وہ بل بغض معاویہ کے مطابق مجھ سے بغض رکھتے ہیں اس لئے اختیار کئے ہوئے ہیں۔ چونکہ انہوں نے معاہدہ کی پابندی نہیں کی اس لئے میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ اب ان کے ساتھ ہمارا کوئی معاہدہ نہیں اب معاہدہ ہمارے درمیان نہیں لیکن ساتھ ہی میں اپنے اخبار نویسوں کو یہ کہدیتا ہوں۔ کہ انہیں اب بھی ان کی ذاتیات کے خلاف لکھنے کی اجازت نہ ہوگی۔ ہاں اصولی باتوں کے متعلق لکھ سکتے ہیں۔ اگر کوئی اخبار نویس ذاتیات کے خلاف لکھیگا۔ تو میں اسے اسی طرح پکڑوں گا۔ جس طرح معاہدہ کے وقت پکڑتا۔

ہماری تحریرات

اخلاق فاضلہ پر مشتمل ہونی چاہئیں۔ ہمیں اعلیٰ اخلاق کا نمونہ بننا چاہیئے۔ اور لوگوں کو بتانا چاہیئے۔ کہ کسی کو بُرا کہنے سے کوئی برا نہیں بن جاتا۔ اگر کسی کے برا کہنے سے کوئی برا بن جاتا۔ تو سب سے برے (نعوذ باللہ) خدا کے نبی اور رسول ہوتے۔ کیونکہ سب سے زیادہ گالیاں انہیں دی جاتی ہیں۔

دیکھو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر کس قدر خطرناک الزامات لگائے گئے۔ میں سمجھتا ہوں جس قدر مجھے گالیاں دی جاتی ہیں۔ وہ ان کا کروڑواں حصہ بھی نہیں۔ مگر کیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کوئی فرق آگیا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ تو بڑہتی چلی جاتی ہے۔ پس جب یہ

خدا تعالےٰ کی سنت

ہے۔ کہ حق کی مخالفت کی جاتی ہے۔ اور حق پر ہونے والوں کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ تو میرے لئے گھبرانے کی کیا وجہ ہے۔ اگر مجھے گالیاں دیکر ان کا دل خوش ہو سکتا ہے اور وہ متحدہ کاموں میں اتحاد کر سکتے ہیں۔ تو میں سمجھوں گا۔ کہ میری زندگی کا مقصد پورا ہو گیا۔ وہ سب ملکر مجھکو گالیاں دے لیں مگر مشترکہ اسلامی مفاد میں اکٹھے ہو جائیں۔ تو میں سمجھ لوں گا۔ کہ میری تمام تحریروں اور تقریروں کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا۔ اس وقت جس چیز کی ضرورت ہے۔ وہ اتحاد ہے۔ مگر میں نے نہایت افسوس سے دیکھا ہے۔ کہ بعض اخبار جو ثقہ کہلاتے ہیں۔ وہ بھی لکھ دیتے ہیں۔ کہ احمدیوں کو کیا حق ہے۔ کہ فلاں کام میں حصہ لیں۔ یہ طریق کامیابی کا نہیں۔ اگر ہر فرقہ دوسرے کے متعلق کہے کہ اسے فلاں کام میں دخل دینے کا کیا حق ہے۔ اسے علیحدہ کردو تو اس طرح سارے نکل جائیں گے۔ پھر باقی کون رہیگا۔ مشہور ہے کسی شخص کو بہادر بننے کا شوق تھا۔ وہ ایک گودنے والے کے پاس گیا۔ اور کہا میرے بازو پر

شیر کی تصویر

بنا دو۔ جب اس نے سوئی چبھوئی۔ اور درد ہوا۔ تو اس نے کہا یہ کیا کرتے ہو۔ اس نے کہا دُم بناتا ہوں۔ کہنے لگا۔ کہ دم کے بغیر بھی شیر بن سکتا ہے۔ یا نہیں۔ اس نے کہا ہاں شیر تو بن سکتا ہے۔ کہنے لگا۔ اچھا پھر دم کو چھوڑ دو۔ اسی طرح اس نے کان منہ وغیرہ کے متعلق پوچھا۔ کہ ان کے بغیر بھی شیر ہو سکتا ہے آخر اس نے کہا۔ اگر ایک چیز نہ گودی جائے۔ تب تو شیر ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر کچھ بھی نہ بنے۔ تو شیر کیسے ہوگا۔

پس یہ بات تو ہر فرقہ دوسرے کے متعلق کہہ سکتا ہے سارے مسلمان ایک فرقہ کے تو ہیں نہیں۔ ان میں حنفی وہابی شیعہ ہیں۔ پھر ان کے آگے کئی فرقے ہیں۔ اگر ایک فریق کے متعلق کہا جائے۔ کہ اسے مسلمانوں کی نمائندگی کا کیا حق حاصل ہے۔ تو اسی طرح سب کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔ پھر نمائندگی کرنا کس کا حق رہ جائیگا۔ مسلمانوں میں بہت سے فرقے ہیں۔ مذہبی لحاظ سے تو تھے ہی۔ اب تو سیاسی بھی بن گئے ہیں۔ تعاونی اور عدم تعاونی وغیرہ اگر ہر ایک دوسرے کو یہی کہیگا۔ کہ اس کا کیا حق ہے۔ کہ مسلمانوں کی نمائندگی کرے۔ تو پھر

کون نمائندگی کرے گا

اس کا نتیجہ بہت خطرناک ہوگا۔ اگر اسے روکا نہ گیا۔ کہ قلیل التعداد لوگوں کو کہا جائے۔ تم کون ہوتے ہو۔ اگر اس طرح انہیں کہا جائیگا۔ تو وہ الگ ہو جائیں گے۔ غور کرو۔ کون ہوتے کون ہوتے سے ہی ملکر مسلمان ۷ کروڑ بنتے ہیں۔ اگر وہ لوگ نکل جائیں گے۔ جنہیں کون کہا جائیگا۔ تو باقی تعداد اتنی نہ رہیگی۔ اگر کوئی سمجھے۔ کہ

دس لاکھ احمدی

نکل جائیں۔ تو ہمارا کیا حرج ہے۔ تو وہ غلطی پر ہوگا۔ پھر یہ کہا جائیگا۔ کہ ایک کروڑ شیعہ نکل جائیں گے۔ تو کوئی بات نہیں اس صورت میں مسلمان جو تیس فیصدی حقوق لے رہے ہیں۔ یہ بھی نہ لے سکیں گے۔ تو مشترکہ مفاد میں کون کون کی تفریق اٹھا دینی چاہیئے تھوڑے دن ہوئے میں نے سر ذوالفقار علی خاں صاحب سے مالیرکوٹلہ میں گفتگو کی۔ میں نے کہا آپ مسلمانوں کی سیاسی اور تمدنی ترقی کیلئے

متحدہ پروگرام

کیوں تجویز نہیں کرتے۔ اگر مسلمان ایسا کریں۔ تو میں اپنی جماعت کے سیاسی و تمدنی معاملات ان کے سپرد کرنے کیلئے تیار رہوں۔ اگرچہ ہم قلیل التعداد ہیں۔ اور قلیل التعداد ہمیشہ اپنے حقوق کی حفاظت پر زیادہ زور دیا کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کو خطرہ ہوتا ہے۔ کہ ان سے ناروا سلوک نہ کیا جائے۔ مگر میں باوجود قلیت کے اس پر رضامند ہوں کہ اپنی جماعت کے تمدنی اور سیاسی معاملات مسلمانوں کے سپرد کردوں مسلمانوں کی جو بڑی جماعتیں ہیں۔ ان کو تو اشتراک کیلئے زیادہ کوشش کرنی چاہیئے۔

میں خدا تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ مسلمانوں کے دل کھولدے اور وہ سمجھ لیں کہ معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتوں کیوجہ سے اسلام کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیئے۔ خدا تعالےٰ ان کو اپنے نفسوں پر قابو پانے کی توفیق دے۔ کیونکہ جب تک اپنے نفس پر قابو نہیں پائینگے۔ دنیا پر بھی قابو نہ پا سکیں گے ؛؛

احمدیہ جماعتوں کے متعلق حضرت امام جماعت احمدیہ کا ارشاد

۱۷ رجون کا جلسہ کامیاب بنانے کی کوشش کرو

یکم جون کو حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ نے جو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس میں احمدیہ جماعتوں کو مخاطب کر کے کہا۔

میں تمام احمدیہ جماعتوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اس جلسہ کو جو ۱۷ رجون کو ہونے والا ہے۔ کامیاب بنانے کی پوری پوری کوشش کریں۔ ابھی تک کئی جماعتیں ایسی ہیں۔ جو سستی سے کام لے رہی ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ پہلی دفعہ کے جلسہ ہیں۔ جن پر ہمیں ان جلسوں کی بنیاد رکھنی ہے۔ جو انشاء اللہ ہر سال کئے جائینگے۔ اور اس لئے کئے جائیں گے۔ کہ موجودہ مسلمانوں اور ان کی آنے والی نسلوں کے دلوں میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اسلام کی محبت ایسی پختگی کے ساتھ پیدا کر دی جائے۔ کہ پھر دشمن کا کوئی حملہ کارگر نہ ہو۔ اور مسلمان اسلام اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

پس اس جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے بہت محنت اور کوشش کی ضرورت ہے۔ اگر پہلے سال یہ جلسہ کامیاب نہ ہوا۔ تو لوگوں کی ہمتیں دب جائینگی۔ اور ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ اور اگر اس سال کامیابی ہو گئی تو ہمتیں بڑھ جائیں گی۔ اور ہر سال پہلے کی نسبت زیادہ کامیابی کے ساتھ جلسے ہوا کریں گے۔

میں سمجھتا ہوں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجود ایک ایسا مرکزی نقطہ ہے۔ کہ تمام مسلمان اس پر متفق ہو سکتے ہیں۔ ہم خواہ کسی کے ایمان پر کتنے ہی اعتراض کریں۔ مگر جب تک وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مانتا ہے۔ اسے ہم نہ ماننے والوں پر ترجیح دیں گے۔ یہی امید ہم دوسروں سے رکھتے ہیں۔ کہ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت و الفت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ انہیں دوسروں پر ترجیح دیں اور سارے کے سارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت کے قیام کے لئے متفق ہو جائیں۔ اس سے مسلمانوں کو بہت سے فوائد حاصل ہوں گے۔ دینی بھی اور دنیوی بھی تو بہت سی جماعتیں ایسی ہیں۔ جنہوں نے ابھی تک پورے طور پر توجہ نہیں کی۔ ان کو میں بتانا چاہتا ہوں۔ کہ وہ سستی اور غفلت چھوڑ دیں۔ اور پوری پوری کوشش اور سعی کریں۔ توکل اسی کا نام ہے۔ کہ اپنی طرف سے پوری کوشش کی جائے۔ اور نتیجہ کو خدا تعالےٰ پر چھوڑا جائے۔ اور اس کا ثبوت دعا ہے۔ جب انسان اپنی طرف سے پوری کوشش کرنیکے باوجود خدا تعالےٰ سے دعا کرتا ہے۔ تو معلوم ہوا۔ وہ سمجھتا ہے۔ باوجود تدابیر کے خدا ہی کامیاب کر سکتا ہے

پس ہماری جماعت کے لوگوں کو ایک طرف تو تمام ظاہری تدابیر سے کام لینا چاہیئے۔ اور دوسری طرف خدا تعالےٰ کے حضور جھکنا چاہیئے۔ اور دعا کرنی چاہیئے۔ کہ وہ کامیابی عطا فرمائے۔ جو روکیں ہوں ان کو دور کرے۔ اور اس تحریک کو مسلمانوں کے لئے اور ساری دنیا کے لئے مفید بنائے ؛

خواتین کے مضامین میں سب سے اعلیٰ مضمون کیلئے انعام

مکرم بابو محمد حسن صاحب اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر راوت پور نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے حضور لکھا ہے۔

"الفضل کے خاتم النبیین نمبر کیلئے احمدی خواتین کے اعلیٰ مضمون پر دس روپے کا انعام حضور کی طرف سے پیش کرتا ہوں"

اس طریق سے خواتین کی حوصلہ افزائی قابل تعریف ہے۔ "خاتم النبیین" نمبر کے شائع ہونے کے بعد مبصرین کی آراء سے اس بات کا فیصلہ کیا جائے گا۔ کہ کونسا مضمون سب سے اعلیٰ رہا۔ اور پھر نتیجہ کا اعلان کر دیا جائے گا ؛

یہ خوشی کی بات ہے۔ کہ احمدی خواتین نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات والا صفات سے اپنی محبت اور اخلاص کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔ اور بڑی کوشش اور محنت سے مضامین لکھے ہیں ؛

اعلانات صیغہ ترقی اسلام

۱۔ ۱۷ رجون کے جلسہ کے لئے جن احباب نے مرکز سے مبلغ منگوانے کی درخواستیں بھیجی ہیں۔ یا آئندہ بھیجیں گے۔ ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے۔ کہ مرکز سے مبلغین کا بھیجنا ہماری اپنی سہولت اور کسی مقام کے غیر معمولی حالات اور اس کی اہمیت کے لحاظ سے ہوگا۔ ہم درخواستوں پر مبلغ بھیجنے سے معذور سمجھے جائیں ؛

۲۔ تمام لیکچراران ۱۷ رجون کی خدمت میں تاکیداً عرض کیا جاتا ہے۔ کہ وہ اس جلسہ کو خوب شاندار اور بارونق بنائیں۔ اور مسلم اور غیر مسلم دوستوں کے لئے توجہ اور دلچسپی کا موجب بنائیں۔ جلسہ کی رپورٹ بذریعہ پریس ٹیلیگرام یا بذریعہ چٹھی ہمارے پاس بھجوائی جائے۔ اور ملک کے تمام وقیع اخبارات میں بھی بھیجی جائے۔ احمدی دوستوں کو خصوصیت سے اس امر کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ کہ اس میں نہ وہ خود کوتاہی کریں۔ اور نہ دوسرے دوستوں سے ہونے دیں ؛

۳۔ غیر مسلم لیکچراروں کے لئے تین انعام سو۔ پچاس اور پچیس روپے کے حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام نے تجویز فرمائے ہیں۔ یہ انعام ان تین دوستوں کو ملیں گے جن کے مضامین علی الترتیب اول۔ دوم۔ سوم ہونگے۔ اس لئے غیر مسلم احباب کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے مضامین تحریر فرما کر ہمارے پاس بھجوا دیں۔ تا حضرت امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں برائے انعام پیش ہوں ؛

فتح محمد سیال سیکرٹری ترقی اسلام۔ قادیان

ایک ضروری تصحیح

مکرمی ایڈیٹر صاحب اخبار الفضل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اخبار الفضل مورخہ ۲۹ رمئی کے صفحہ ۸ پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی تقریر میں آپ نے درج فرمایا ہے۔ کہ "انگلستان کے وزراء کی تقریریں پڑھی ہیں جن میں کہا جاتا تھا۔ کہ ہمارا قانون ہے۔ کہ اگر ساری دنیا کی بحری طاقتوں کے مجموعہ کی تعداد (۲۰۰) ہو تو ہماری طاقت (۲۱۰) ہونی چاہیئے"۔ حضور فرماتے ہیں۔ جب مقابلہ ہوتا ہے۔ تو پھر ۱۰۰ کا حساب رکھا جاتا ہے۔ ۲۰۰ کا نہیں۔ نیز فرمایا ہے۔ کہ میں نے ساری طاقتوں کے مجموعے کے مقابلہ میں ۲۱۰ نہیں کہا تھا۔ بلکہ یہ کہا تھا۔ کہ دو بڑی دنیا کی طاقتوں کے مقابلہ میں ۱۱۰ ہونی چاہیئے ؛ خاکسار یوسف علی پرائیویٹ سیکرٹری

سیرۃ رسولؐ پر سارے ملک میں لیکچر

اس عنوان سے معزز ہمعصر ہمدم لکھنؤ اپنے ۲۶ مئی کے پرچہ میں لکھتا ہے:۔

جماعت احمدیہ قادیان کی یہ تحریک یقیناً بہت مفید و قابل قدر ہے۔ کہ ایک مقررہ تاریخ پر ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں اور قصبوں اور ممکن ہو تو مواضع و قریجات میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرت پر پبلک لیکچر ہوئے جائیں۔ اور ان لیکچروں کو نہ صرف سننے بلکہ خود بھی اس سلسلہ میں کچھ بیان کرنے کی تمام فرقہائے آبادی کو عام دعوت دی جائے۔ اور دیگر مذاہب کے جو علماء و مقررین لیکچر دینے کو تیار ہوں ان کو ایسی کتابیں مسلمان و دیگر مصنفین کی بہم پہنچائی جائیں جن سے وہ رسول کریم صلعم کی زندگی کے صحیح واقعات معلوم کر سکیں۔ پہلے اس کام کے لئے یکم محرم کی تاریخ بدیں خیال مقرر کی گئی تھی۔ کہ وہ اسلامی سال کا پہلا دن ہے۔ مگر چونکہ ہلال محرم کی نمود کربلا کے واقعہ ہائلہ کی یاد تازہ کر دیتی ہے۔ اور ہر گھر میں تعزیت سیدالشہداء کی مراسم شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے لیکچر دن کی تاریخ یکم محرم سے قبل قرار دی گئی ہے۔ جس میں اب کسی فرقہ یا جماعت کے لئے کوئی وجہ اعتراض باقی نہیں رہی ہے اور ہمکو اسکی قوی امید ہے کہ مسلمانوں کی تمام جماعتیں خواہ ان میں باہم کیسے ہی فروعی اختلاف ہوں۔ حضور نبی کریم کی مبارک زندگی کے اہم پہلو برادران وطن کے سامنے پیش کرنے اور خود مسلمانوں کو آپؐ کے اسوۂ حسنہ پر توجہ دلانے کے اہم کام میں پوری سرگرمی سے حصہ لیں گے۔ ہم ۱۷ جون تک اس ضروری معاملہ پر کئی دفعہ مسلمانوں اور ہندوستانیوں کو متوجہ کریں گے۔ آج ہم اپنے دیرینہ مکرم محمد عثمان صاحب احمدی کے ایک مضمون کیلئے بدیں غرض خاص مضامین کے کالموں میں جگہ نکالتے ہیں۔ کہ مسلمان ناظرین ہمدم کی توجہ خاص طور سے اس تحریک پر منعطف ہو اور وہ اپنے اپنے مقامات میں ۱۷ جون آئندہ کو سیرۃ رسولؐ پر پبلک لیکچروں کا انتظام کریں۔

رحمۃ للعالمین کا ذکر خیر

معزز معاصر وکیل ۲۳ مئی لکھتا ہے:۔

احمدیہ جماعت قادیان کے امام جناب مرزا بشیر الدین محمود صاحب نے ۱۷۔ جون کی تاریخ حضور رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیات طیبہ پر لیکچر دینے کے لئے مقرر کی ہے۔ اور تمام اقوام ہند کو موقع دیا ہے۔ کہ اس کار خیر میں شرکت کریں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ حضور اقدس کی ذات گرامی رحمۃ للعالمین ہے۔ آپ نے انسانی مساوات و اخوۃ کی تعلیم دے کر دنیا کی تمام قوموں پر یکساں احسان فرمایا ہے۔ پس بمصداق ھل جزاء الاحسان الا الاحسان ہر قوم کے لئے ضروری ہے کہ اس سپاس گذاری میں کسی نہ کسی حد تک حصہ لے۔

مسلمانوں کے علاوہ دیگر اقوام میں بھی ایسے حق شناس افراد موجود ہیں۔ کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے مکارم و محامد کے مداح پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ وکیل کے کالموں میں قارئین کرام اس قسم کے آزاد خیالات ملاحظہ فرماتے رہے ہیں۔ جو غیر مسلموں کی طرف سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت وقتاً فوقتاً ظاہر کئے جاتے رہے۔

مختلف اقوام کے عقلاء و حکماء نے بقول محترم معاصر مشرق اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ کہ چھٹی صدی عیسوی میں جو تاریکی تمام دنیا پر چھائی ہوئی تھی۔ وہ اسی آفتاب رسالت کی ضیا باریوں سے دور ہوئی۔ اور حضورؐ ہی نے تمام دنیا کو حریت و مساوات کا سبق پڑھایا۔ یورپ امریکہ کے تمام انصاف پسند افراد مانتے ہیں۔ کہ بلاشبہ اسلامی تعلیم کا مقابلہ مذاہب عالم کی تہذیب نہیں کر سکتی۔

ہمعصر الفضل قادیان ۱۴۔ جون کو ایک خاص نمبر اس سلسلے میں شائع کرنے والا ہے۔ ہر مسلمان کو جو ادب انشاء سے کچھ بھی مناسبت رکھتا ہے۔ اس نمبر کو کامیاب بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

مغربی افریقہ میں تبلیغ اسلام

۲۵۔ نفوس حلقہ بگوش احمدیت

یہاں رمضان کا پہلا روزہ ۲۳ فروری کو رکھا گیا۔ اور تمام رمضان خیر و خوبی سے گذر کر ۲۴ مارچ کو عید منائی گئی ۳۰۰ مردوں اور عورتوں کے مجمع کے ساتھ خاکسار نے نماز عید ادا کی۔ اور اللہ کی دی ہوئی توفیق سے تقویٰ و طہارت کے حصول کا وعظ کیا۔ عورتوں کو الگ بھی نصیحت کی۔ اور بچوں کی تربیت کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی۔

نماز کے بعد ۲۵ نفوس عاجز کے ہاتھ پر بیعت کر کے داخل سلسلہ حقہ ہوئے۔ احباب انکی استقامت کیلئے دعا فرماویں۔

جرمنی کی ایک جگہ برمین سے یہاں مشنری کام کر رہے ہیں ایک مدت سے وہ یہاں تھے۔ جنگ عظیم کے زمانہ میں ان کو جلا وطن کر کے گورنمنٹ نے خود ان کے کام کی نگرانی شروع کر دی تھی۔ اب آہستہ آہستہ وہ واپس آکر اپنا کام سنبھال رہے ہیں۔ بہت بڑا مشن ہے۔ اور عیسائیت کیلئے خوب کام کر رہا ہے۔ اس مشن کے انسپکٹر صاحب جو غالباً ہر سال جرمن سے مشن کے معائنہ پر یہاں آتے ہیں۔ بعد معائنہ واپس جرمن جا رہے تھے۔ سالٹ پانڈ کی بندرگاہ پر جب ان کا جہاز ٹھہرا۔ تو وہ ساحل پر اترے اور سیدھے ہمارے پاس آئے۔ اور بڑا اشتیاق ظاہر کیا۔ کہ وہ ہمارا سکول دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہنے لگے کہ انہوں نے جرمنی میں بھی ہمارے سکول کی تعریف سنی ہے۔ پھر گولڈ کوسٹ پہنچکر تو پبلک اور محکمہ تعلیم والوں نے ہمارے سکول کی تعریف بیان کرنے میں حد ہی کر دی انہیں بڑا تعجب ہوا کہ اب مسلمان بھی مشنری باہر بھیجنے لگ گئے ہیں۔ خیر انہیں سکول دکھایا گیا۔ مشن کے حالات اور سلسلہ کے قیام کی غرض خوب واضح طور پر بیان کی گئی۔ اور بتایا کہ صرف افریقہ میں ہی نہیں۔ بلکہ قریباً ساری دنیا میں ہمارے مبلغ کام کر رہے ہیں۔ جوں جوں وہ مجھ سے سلسلہ کے حالات سنتے انہیں زیادہ ہی تعجب ہوتا وہ سلسلہ کا لٹریچر بھی بہت سا خرید کر لے گئے۔ فی الواقع خدا کا یہ بڑا فضل ہے۔ کہ اس نے ہمیں یہاں پر ایک سکول قائم کرنے کی توفیق دی۔ جس میں ہم خدا کی مقدس کتاب قرآن شریف روزانہ پڑھاتے اور اس کی توحید کا سبق لوگوں کو دیتے ہیں۔ اور پھر اس نے سکول کو ایسی اعلےٰ ترقی دی ہے۔ کہ پبلک و حکومت سب نے اسے پسند کیا۔ گورنمنٹ کی طرف سے اس سال ہمیں ٹیچروں کی تنخواہوں کا ۹۰ فیصدی روپیہ گرانٹ میں دیا گیا۔ گویا ہمارا خرچ صرف دس فیصدی ہوا۔ اور یہ اول درجہ کی گرانٹ ہے۔ جو کسی اور سکول کو اس صوبہ میں نہیں ملی۔ پبلک کے ایک نہایت لیڈنگ اخبار نے اپنی ۱۴ مارچ کی اشاعت میں ایک مختصر سا نوٹ بھی اس مضمون کا دیا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ احمدیہ مشن کے مسٹر حکیم جلدی انڈیا؟ ایس جانے والے ہیں۔ ہم انکے قائم کردہ سکول کی ترقی کو گہری نگاہ سے دیکھتے رہے ہیں۔ اور ہم نہایت کھلے طور پر کہہ دینا چاہتے ہیں۔ کہ انکا قائم کردہ سکول سامان سٹاف اور ایک قابل تعریف عمارت کی موجودگی کے لحاظ سے کلیتہً صف اولین میں ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ سکول ہر مذہب و ملت کے بچوں کی تعلیم کیلئے کھلا ہے۔ اور ہم امید کرتے ہیں۔ کہ پبلک اپنے بچے اس سکول میں بھیجکر اپنی قدردانی کا ثبوت دیگی۔

کل ہی سکولز کے ایک انسپکٹر صاحب معائنہ کو آئے تھے۔ یہ ایک فرنچ مین ہیں۔ نہایت خلیق اور میرے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ وہ بھی سکول کی بہت تعریف کرتے رہے۔ خاکسار فضل الرحمٰن حکیم۔ از سالٹ پانڈ

وصیتیں

میں ڈاکٹر کرم الٰہی ولد مولوی غلام رسول صاحب راجپوت جنجوعہ عمر ۸۰ سال ساکن امرتسر بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد موجودہ ایک پختہ مکان واقعہ کوچہ جہنڈا متصل اسلامیہ سکول امرتسر قیمتی ۸ ہزار روپیہ (۲) پونے اٹھارہ گھماؤں زمین تین مختلف جگہوں پر کچھ چاہی اور کچھ بارانی واقعہ موضع اودھووالی۔ موضع میوکے اور موضع مالیوالہ۔ میرا گذارہ ماہوار پنشن ۔۔۔ پر ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار پنشن کا آٹھواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اور بوقت وفات میری جسقدر جائیداد ثابت ہو۔ اسکے بھی ⅛ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کے طور پر بعد وصیت داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو اسقدر روپیہ اسکی جائیداد سے منہا کر دیا جاویگا۔

العبد: موصی ڈاکٹر کرم الٰہی۔ گواہ شد: چودہری الٰہ بخش مستری وزیر ہند پریس۔ گواہ شد: نذیر احمد ولد محمد الدین امرتسر ۲۲ $\frac{11}{24}$

وصیت نمبر ۲۲۶۳: میں نصر اللہ خان احمدی ولد ملک حسن محمد خان صاحب گگے زئی عمر ۲۲ سال ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ $\frac{5}{24}$ ۳۰ کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اسوقت کوئی نہیں۔ اور نہ ہی اسوقت ماہوار آمد ہے۔ مگر میں ملازمت کیلئے افریقہ جا رہا ہوں جسوقت مجھے کوئی ملازمت مل جاویگی۔ اسوقت سے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا $\frac{1}{10}$ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنے کے وقت جسقدر میرا متروکہ ثابت ہو۔ اسکے $\frac{1}{10}$ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط العبد۔ نصر اللہ خان ملک احمدی بقلم خود $\frac{5}{24}$ ۳۰۔ گواہ شد۔ ملک حسن محمد احمدی قادیان بقلم خود۔ گواہ شد بقلم خود مہر الدین سکنہ لالہ موسیٰ حال وارد قادیان $\frac{5}{24}$ ۳۰۔ نوٹ اپریل ۱۹۲۶ء سے موصی کی تنخواہ 56 | 256 شلنگ ماہوار ہوگئی ہے۔

وصیت ۲۸۱۹: میں غلام محمد اختر ولد شیخ عمر الدین صاحب مرحوم احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت ۲ کنال زمین سفید محلہ دار البرکات میں اپنی زرخرید ہے۔ اور ۔۔۔ روپیہ ماہوار تنخواہ ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ بوقت وفات میری جو منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد ثابت ہو۔ اسکے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن قادیان ہوگی۔ ۸ مارچ ۱۹۲۶ء۔ العبد خاکسار غلام محمد اختر احمدی پارسل کلرک ریلوے سٹیشن پشاور صدر۔ گواہ شد: عبد المجید احمدی سب انسپکٹر پولیس دفتر انسپکٹر جنرل پولیس پشاور۔ گواہ شد حکیم محمد مرغوب اللہ احمدی کلرک دفتر ڈپٹی چیف انجینیر صوبہ سرحد پشاور۔

وصیت نمبر ۲۸۲۰: میں عزیز بیگم زوجہ بابو غلام محمد صاحب اختر احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اسوقت جائیداد صرف زیور قیمتی پانصد دس ۵۱۰ روپیہ ہے۔ حق مہر مبلغ ۔۔۔ کل میزان ۔۔۔ ہے۔ اسکے $\frac{1}{10}$ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز جسقدر جائیداد اسکے علاوہ بوقت وفات ثابت ہو۔ اسکے بھی $\frac{1}{10}$ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط عزیز بیگم بقلم خود اہلیہ بابو غلام محمد اختر

گواہ شد: غلام محمد اختر احمدی خاوند موصیہ۔

گواہ شد: عبد المجید احمدی سب انسپکٹر پولیس دفتر انسپکٹر جنرل پولیس پشاور صدر

(۸ مارچ ۱۹۲۶ء)

---

۲۰ "نعت رسول اللہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خصوصیت"۔ (از جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب)

۲۱ "وصال خاتم النبیین صلعم کی المناک گھڑی"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (ایڈیٹر)

۲۲ "شکریہ"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

خواتین کے مضامین

۲۳۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عورتوں پر احسانات"۔ (از محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ اہلیہ ملک کرم الٰہی صاحب ضلعدار نہر)

۲۴ "فرقہ نسواں کو بانیٔ اسلام کے عطا کردہ حقوق"۔ ۔ (از محترمہ مریم بیگم صاحبہ اہلیہ حافظ روشن علی صاحب قادیان)

۲۵ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عورتوں پر عظیم الشان احسان"۔ (از محترمہ زبیدہ خاتون صاحبہ لاہور)

۲۶ "رسول پاک صلعم سے عورتوں کا اخلاص"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (از محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ اہلیہ ایڈیٹر الفضل)

۲۷ "ہمارا بے مثال شفیق"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (از محترمہ سکینۃ النساء صاحبہ قادیان)

۲۸ "رحمت للعالمین کی رحمت کا ثبوت"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (از محترمہ ایس۔ ایس نسیم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب کیمبل پور)

۲۹ "رسول کریم کے احسانات صنف نازک پر"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (از محترمہ زکیہ خاتون صاحبہ اہلیہ مولوی محمد یوسف صاحب نوگھیر بہار)

۳۰ "خیر البشر کی بنی نوع انسان سے ہمدردی"۔ ۔ ۔ ۔ (از محترمہ سیدہ فضیلت صاحبہ سیالکوٹ)

۳۱ "رحمت للعالمین کی رحمت میں عورتوں کا حصہ"۔ ۔ ۔ (از محترمہ ب۔ خ۔ ن صاحبہ بنت شیخ مولا بخش صاحب مرحوم لاہور)

۳۲۔ "فرقہ نسواں پر خاتم النبیین کے فیوض"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (از محترمہ عزیزہ رضیہ صاحبہ اہلیہ مرزا گل محمد صاحب قادیان)

۳۳۔ "عورت کی حالت اسلام سے پہلے اور بعد"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (از محترمہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر گوہر دین صاحب ہانڈلے)

۳۴۔ "رسول کریم کے بے شمار احسانوں میں سے کچھ"۔ ۔ ۔ ۔ (از محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ اہلیہ حکیم محمد یعقوب صاحب لاہور)

۳۵۔ "خاتم النبیین کی کامیابی"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (از محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ عبد الاحد کی لدھیانہ)

۳۶۔ "بانیٔ اسلام کا ساری دنیا پر ایک بہت بڑا احسان"۔ ۔ (از محترمہ سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ بنت سید غلام حسین صاحب فیروز پور)

۳۷۔ "صنف نازک سے بانیٔ اسلام کا حسن سلوک"۔ ۔ ۔ ۔ (از محترمہ امۃ الحی صاحبہ بنت حافظ روشن علی صاحب قادیان)

نظمیں

۱۔ "ہمارا پیشوا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" (بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام کے چند اشعار)

۲۔ "سلام بحضور سید الانام"۔ (جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب)

۳۔ "شان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"۔ (منشی قاسم علی صاحب۔ رامپوری)

۴۔ "سرور دو عالم کی مدح"۔ (از زبان فیض ترجمان بانیٔ جماعت احمدیہ)

۵۔ "قوم کے غم کا اثر"۔ ۔ (از حضرت امام جماعت احمدیہ)

۶۔ "ریاض نبوت کے پھولوں کا سرتاج پھول"۔ (از مولوی برکت علی صاحب لائق۔ لدھیانہ)

۷۔ "خاتم زماں کے فیضان بیکراں"۔ (از جناب مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب گوہر۔ قادیان)

۸۔ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک نعت سے چند اشعار"۔ (فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

۹۔ "مسلمانوں کی حالت زار کا نقشہ"۔ (از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

۱۰۔ "مصطفیٰ امام پر سلام"۔ ۔ ۔ (از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

۱۱۔ "سید کونین صلعم کی نعت"۔ ۔ ۔ (از جناب مولوی محمد احمد صاحب بی اے ایل ایل بی کپورتھلہ)

۱۲۔ "نعت در شان رسول کریم صلعم"۔ (از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

۱۳۔ "پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار"۔ (از سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بنت حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

۱۴۔ "رسول عربی"۔ ۔ ۔ ۔ (از محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ عصمت۔ لاہور)